رجسٹرڈ ایل ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

سنہ ۱۳۱۹ھ

چہ گویم با تو گر آئی چہادر قادیان بینی ❊ دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

نمبر ۱۷ | قادیان دارالامان - ۱۰- مئی سنہ ۱۹۰۱ عیسوی | جلد ۵

کلماتِ طیبات امام الزمان سلمہ الرحمان

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء کو لاہور کے فورمن کالج امریکن مشن کے دو پادری مع ایک دیسی عیسائی کے قادیان آئے تھے وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ملے اور انہوں نے کچھ سوالات آنحضرت سے کئے جنکا جواب حضرت اقدس دیتے رہے ہم چونکہ بعد میں پہونچے تھے اس لئے ابتدائی سوال اور اسکا جواب نہ لکھ سکے ہمارے ایک بہائی نے اُسے لکھا تہا مگر افسوس ہے کہ وہ اُسکو محفوظ نہ رکھ سکے اور وہ کاغذ اُنسے گم ہوگیا اگر بعد میں مل گیا تو ہم اُسے بہی درج کردیں گے سردست ہم اس مقام سے درج کرتے ہیں جہاں سے ہم نے سنا اور قلمبند کیا (ایڈیٹر)

نبیوں سے بہت نشانات مانگنے والوں نے نشان مانگے انہوں نے اُن کے جواب میں یہی کہا کہ عقلمند ایسے سوال نہیں کرتے بلکہ مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں تو ایسے موقع پر جیسا انجیل سے پتہ لگتا ہے بہت سختی پائی جاتی ہے یہ سچی بات ہے کہ جو شخص خدا کی طرف سے آتا ہے وہ نشانات لیکر آتا ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ خود ایک نشان ہوتا لیکن تہوڑے ہوتے ہیں جو ان نشانات سے فائدہ اُٹھاتے اور انکو شناخت کرتے ہیں۔ مگر تہوڑے ہی عرصہ کے بعد دنیا دیکھ لیتی ہے کہ وہ کیسے عظیم الشان نشانات کے ساتھ آیا ہے یقیناً سمجھ لیں کہ وہ نہیں مرتا جب تک دنیا پر ثابت نکر دے کہ وہ صاحب نشان ہے۔

سوال - آپ کی سمجھ میں خدا کا کلام کیا ہے یعنے کیا آپ ہی کچھ نوشتے چھوڑ جائیں گے جیسے انجیل یا توریت ہے۔

جواب حضرت اقدسؑ - بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مامور ہو کر دنیا کی اصلاح کے واسطے آتے ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں اور ایک نئی شریعت قایم کرتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تھے اور مامور ہو کر آئے تھے مگر انکو ایک شریعت دیگئی جسکو آپ لوگ توریت کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ شریعت موسیٰ کی معرفت دیگئی۔

مگر ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے ہمکلام تو ہوتے ہیں اور اُن صاحب شریعت نبیوں کی طرح وہ بہی اصلاح خلق کے لئے آتے ہیں اور اپنے وقت پر ضرورت حقہ کے ساتھ

آتے ہیں مگر وہ صاحب شریعت نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ کوئی نئی شریعت لیکر نہیں آئے تھے بلکہ اسی موسوی شریعت کے پابند تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کوئی لغو کام نہیں کرتا جب اس کا زندہ کلام موجود ہو اور ایک مستقل شریعت وقت کی ضرورت کے موافق موجود ہو تو دوسری کوئی شریعت دی نہیں جاتی۔ لیکن ہاں اسوقت ایسا تو ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے کہ جب اہل دنیا کے دلوں سے خدا کی محبت سرد ہوجاوے اور اعمال صالحہ کی بجائے چند رسمیں رہ جاویں تقوی اور اخلاق فاضلہ نہ رہیں۔

اسوقت خدا تعالیٰ ایک شخص کو مبعوث کرتا ہے جو اسی شریعت پر عمل درآمد کی ہدایت کرتا ہے اور اپنی عملی نمونہ سے اس شریعت حقہ کی کھوئی ہوئی عظمت اور بزرگی کو پھر لوگوں کے دلوں میں قایم کرتا ہے۔ اس کے مناسب حال اس میں سب باتیں موجود ہوتی ہیں وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتا ہے کلام الہی کا معزز سے عطا ہوتا ہے اور شریعت کے اسرار پر اسے اطلاع دی جاتی ہے وہ بہت سے خوارق اور نشان لے کر آتا ہے غرض ہر طرح سے معزز اور مکرم ہوتا ہے مگر دنیا اس کو نہیں پہچانتی جیسے جیسے کسی کو آنکھیں ملتی جاتی ہیں وہ اس کو اسی حد تک شناخت کرتا جاتا ہے۔

یہ امر انسانی عادت میں داخل ہے کہ جب کوئی نیا انسان اُس کے سامنے آتا ہے تو آنکھیں اُسکو تاڑتی ہیں کہ یہ اس کا قد ہے یہ رنگ ہے آنکھیں ایسی ہیں۔ صورت شکل ایسی ہے غرض سر سے لیکر پیر تک اسکو تاڑتا ہے۔ یہاں تک کہ نظر محدود ہو کر آخرکار اسکا رعب کم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح نبیوں کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ آتے ہیں تو وہ معمولی انسان ہوتے ہیں۔ تمام حوائج بشری اور ضروریات انکے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے جو کچھ وہ فوق الفوق باتیں بتاتے ہیں دنیا کی نظر میں وہ اچنبھا ہوتی ہیں اسلئے انکار کیا جاتا ہے انکو حقیر سمجھا جاتا ہے انسے ہنسی کی جاتی ہر قسم کی تکالیف اور ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جاتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دل میں حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کی ہی بڑی عزت کیوں ہو لیکن جس جگہ میں بیٹھا ہوں اگر آج اسی جگہ حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح ہوتے تو وہ بھی اسی نظر سے دیکھے جاتے جس نظر سے میں دیکھا جاتا ہوں۔

یہی بھید ہے کہ ہر نبی کو دکھ دیا گیا اور ضروری امر ہے کہ ہر ایک جو خدا کی طرف سے مامور اور مرسل ہوکر آوے وہ اپنی قوم میں کیسا ہی معزز اور امین اور صادق ہو لیکن اس کے دعوے کے ساتھ ہی اسکی تکذیب شروع ہو جاتی اور اسکی تذلیل اور ہلاکت کے منصوبے ہونے لگتے ہیں۔

مگر ہاں جیسے یہ لازمی امر ہے کہ انکی تکذیب کی جاتی انکو دکھ دیا جاتا یہ بھی سچی اور یقینی بات ہے کہ ایک وقت آجاتا ہے کہ انکی جماعتیں مستحکم ہوجاتی ہیں وہ دنیا میں صداقت کو قایم کردیتے اور راستبازی کو پھیلا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ انکے بعد ایک زمانہ آتا ہے کہ ایک دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑتی اور ان تعلیمات کو قبول کرلیتی ہے جو وہ لے کر آتے ہیں گو اپنے زمانہ میں انکو دکھ دینے میں کوئی کسر نہ رکھی گئی ہو اور نہیں رکھی جاتی۔

ہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ جنہوں نے رد کردیا وہ دانشمند تھے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ صرف زمانہ کی خاصیت ہے کہ انکو دانشمند کہا جاتا جاتا ہے ورنہ ان سے بڑھ کر بے وقوف اور سطحی خیال کے اور کون لوگ ہوں گے جو حق کو جھٹلا کر دانشمند بنتے ہیں۔ یہ ایک فطرت کی کجی ہوتی ہے جو کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح انکو ذلیل کیا جاوے اسی طرح خیالی طور پر اس قسم کے مجمع کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہم جیت گئے اور خدا کے راستبازوں کے مقابلہ میں ہم کامیاب ہوگئے حالانکہ وہی ذلیل نامراد اور مغلوب ہوتے ہیں آخر انجام دکھا دیتا ہے اور ایک روشن فیصلہ نمودار ہوجاتا ہے جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے راستباز کی کامیابی مخالفوں کی سفاہت اور جہالت پر مُہر کردیتی ہے کہ وہ جسقدر اعتراض کرتے تھے اپنی نادانی سے کرتے تھے۔

میں یہ بار بار لکھ چکا ہوں کہ جو خدا کی طرف سے مامور ہوکر آتے ہیں دنیا انکو کم پہچانتی ہے بجز ان لوگوں کے جو دیکھنے کی آنکھیں رکھتے ہیں ان کو دوسرے دیکھ ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ تو انہیں ہی ایک کھاتا پیتا حوائج کے بشری رکھنے والے انسان ہوتے ہیں اور یہ بات کہ میرے نوشتے باقی رہیں گے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ خدا کی طرف سے مامور ہوکر آنے والے لوگوں کے دو طبقہ ہوتے ہیں ایک وہ جو صاحب شریعت ہوتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ایک وہ جو احیاء شریعت کے لئے آتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح پر ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت لے کر آئے جو نبوت کے خاتم تھے اس لئے زمانہ کی استعدادوں اور قابلیتوں نے ختم نبوت کردیا تھا۔ پس حضور علیہ السلام کے بعد ہم کسی دوسرے شریعت کے آنے کے قائل ہرگز نہیں ہاں جیسے ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

مثیل موسیٰ تھے اسی طرح آپ کے سلسلہ کا خاتم جو خاتم الخلفاء یعنے مسیح موعود ہے ضروری تھا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح آتا پس میں وہی خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہوں جیسے مسیح کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ شریعت موسوی کے احیاء کے لئے آئے تھے میں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے اسی طرح خدا تعالےٰ نے مجھے شریعت محمدی کے احیاء کے لئے اس صدی میں خاتم الخلفاء کے نام سے مبعوث فرمایا ہے۔

میرے الہامات جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ لاکھوں انسانوں میں شائع کئے جاتے ہیں اور چھاپے جاتے ہیں اور ضائع نہیں کئے جاتے۔ وہ ضائع نہ ہوں گے اور وہ قائم رہیں گے۔

سوال۔ آپ کی رائے میں مذہب کے پھیلانے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ میرے نزدیک اشاعت مذہب کا بہترین طریق یہی ہے کہ وہ مذہب اپنی خوبیوں اور حسن کی وجہ سے خود ہی اندر چلا جاوے اور اس کے لئے بیرونی کوشش کرنی نہ پڑے۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنی روشنی کی وجہ سے خود بخود نظر آتی ہیں جیسے سورج چاند۔ ستارے وغیرہ اور ایک وہ چیزیں ہیں جو ان روشنیوں کے بغیر نظر ہی نہیں آسکتی ہیں مثلاً چیزیں مینار وغیرہ کو ہم نہیں دیکھ سکتے جب تک روشنی نہ آوے۔ پس سچا مذہب اپنی روشنی اور حقانیت و صداقت کے نور سے خود بخود شناخت ہو کر روحوں میں اُترتا جاتا ہے اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے

اسی لئے میں نے کہا تھا کہ **تعلیم ایک بڑا نشان ہے** جس مذہب کے ساتھ تعلیم کا نشان نہیں ہوتا اس کے دوسرے نشان کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ آسمانی تعلیم اپنے اندر ایک روشنی اور نور رکھتی ہے وہ انسانی طریقوں سے بالاتر ہوتی ہے ایک انسان جب بکلی مر جاوے اور گندی زندگی سے نکل آوے اس وقت وہ خدا میں زندگی پاتا ہے اور سچے مذہب کا نشان محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کے فضل کے سوا یہ کس کا کام ہے کہ گندی زندگی سے مر کر نئی زندگی پاوے۔ یہ اس خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے جس نے دنیا کو زندگی بخشی ہے وہ جس انسان کو مبعوث کرتا ہے پہلے اس کو یہ زندگی عطا کرتا ہے وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے اور دنیا کے لوگوں سے ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے ہوتا ہے پھر خدا تعالیٰ اسکے مناسب حال تعلیم اُسکو دیتا ہے جس کو اسی مناسبت کے لوگ سیکھتے ہیں۔ اس میں گند۔ نفس پرستی ظلم اور شہوانی خواہشات کو پورا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ پاک باتیں ہوتی ہیں جو انسان پر ایک موت وارد کر کے اسکو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں جس سے اس کو گناہ سوز فطرت مل جاتی ہے وہ ہر ایک قسم کی ناپاکی اور گند سے نفرت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ میں زندگی بسر کرنے میں راحت اور لذت پاتا ہے۔ پس میرے نزدیک سچا مذہب اپنی اشاعت کا آپ ہی کفیل ہے اس کے لئے کسی خارجی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اسکی صداقت کے اظہار کا ذریعہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے اسے لیکر آتے ہیں۔ مقابلہ کے وقت انکو غلبہ ملتا ہے۔ جو بطور نشان کے ہوتا ہے اُنکی آمد اسوقت ہوتی ہے جب دنیا حق اور نور کے لئے بھوکی پیاسی ہوتی ہے غرض عمدہ تعلیم اور کامل نمونہ جو اس تعلیم کی عمدگی کا زندہ ثبوت ہوتا ہے وہی اشاعت کا بہترین طریق ہے۔

سوال۔ ہم آپ کو بہت تکلیف دینا نہیں چاہتے یہ روحانی زندگی کس طرح مل سکتی ہے۔

جواب۔ خدا کے فضل سے۔

سوال۔ ہمیں کچھ کہنا چاہیئے کہ روحانی زندگی ہمکو مل جاوے۔

جواب۔ ہاں دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیئے۔ سب تعصبوں کو چھوڑ کر گویا دنیا سے الگ ہو جاوے جیسے جہاں طاعون پڑی ہوئی ہو اور کوئی شخص وہاں سے الگ نہیں ہوتا ہے تو وہ خطرہ کی حالت میں ہے اسی طرح جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا اور اپنی زمین میں تبدیلی نہیں کرتا اور الگ ہو کر نہیں سوچتا کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں اور خدا سے دعا نہیں مانگتا وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا ہی مشکل ہے لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے دعا کا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ اس کا ادا کرنا ہی بہت ہی مشکل ہے جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو وہ اسکو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے

برداشت نہیں کر سکتے اور توہین کر سکتی صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔

زبان سے دعویٰ کرنا کہ میں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالیٰ سے قوی رشتہ پیدا ہو گیا ہے آسان ہے لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہے جن سے الگ ہونا ضروری ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پا لیتا ہے سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں اور منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں جب انسان کچھ دین کا اور کچھ دنیا کا ہوتا ہے آخر کار دین سے الگ ہو کر دنیا ہی کا ہو جاتا ہے۔

اگر انسان ربانی نظر سے مذہب کو تلاش کرے تو تفرقہ کا فیصلہ بہت جلد ہو جاوے۔ مگر نہیں یہاں مقصود اور غرض یہ ہوتی ہے کہ میری بات رہ جاوے۔ دو آدمی اگر بات کرتے ہیں تو ہر ایک انہیں سے یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو گرا وے اسوقت تو چیونٹی کی طرح تعصب۔ ہٹ دھرمی اور ضد کی بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ غرض میں آپ کو کہاں تک سمجھاؤں بات بہت باریک ہے اور دنیا اس سے بے خبر ہے اور یہ صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جسکو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اس سے غافل ہے اس نے مجھ پر اپنا جلوہ دکھایا ہے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہو دیکھے

دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو خدا کو مانتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے اور دہریہ کہلاتے ہیں جو مانتے ہیں انہیں بھی دہریت کی ایک رگ ہے کیونکہ اگر وہ خدا کو کامل یقین کے ساتھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر فسق و فجور اور بے حیائی میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایک انسان کو مثلاً سنکھیا یا سٹرکینا دیا جاوے جبکہ اس کو اسبات کا علم ہے کہ یہ زہر قاتل ہے تو وہ اس کو کبھی نہیں کھائے گا خواہ اس کے ساتھ تم اسے کسقدر ہی لالچ روپیہ کا دو۔ اسلئے کہ اس کو اسبات کا یقین ہے کہ میں نے اسکو کھایا اور ہلاک ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ گناہ سے ناراض ہوتا ہے اور پھر بھی اس زہر کے پیالے کو پی لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ زنا کرتے ہیں، دکھہ دینے کو طیار ہو جاتے ہیں بارہ بارہ آنہ یا ایک روپیہ کے زیور پر معصوم بچوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اسقدر بے باکی اور شرارت و شوخی کا پیدا ہونا سچے علم اور پورے یقین کے بعد تو ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کو یہ ہرگز معلوم نہیں کہ یہ بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا یا سٹرکینا کے زہر سے بھی بڑھ کر ہے اگر انکا ایمان اس بات پر ہوتا کہ خدا ہے اور وہ بدی سے ناراض ہوتا ہے اور اسکی پاداش میں سخت سزا ملتی ہے تو گناہ سے بیزاری ظاہر کرتے اور بدیوں سے ہٹ جاتے۔

لیکن چونکہ گناہ کی زندگی عام ہو جاتی ہے اور بدی اور فسق و فجور سے نفرت کی بجائے محبت بڑھتی جاتی ہے اس لئے میں یہی کہوں گا اور یہی سچ ہے کہ آجکل دہریت پھیلا ہوا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ایک گروہ لسان سے کہتا ہے کہ خدا ہے مگر مانتا نہیں اور دوسرا گروہ صاف انکار کرتا ہے۔ حقیقت میں دونوں ملے ہوئے ہیں۔

اسلئے میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اسکی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے اس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اسکو ملے گناہ سے لذت پانے کی بجائے اسکے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جسکی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہونچا وے اور یہ فطرت انہیں پیدا کرے ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملایکہ کا مسجود ہوتا ہے نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تیرہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں خدا کا خوف اُٹھہ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کے دئیے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دیکر مامور فرماتا ہے اس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اسکو ستایا جاتا اور دکھہ دیا جاتا ہے لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے اسی طرح اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا۔ کوئی گالی نہیں جو ہمکو نہیں دیگئی کوئی صورت ایذا رسانی کی نہیں جو ہمارے لئے نہیں نکالی گئی مگر ہم ان ساری بد زبانیوں کو سنتے ہیں اور ان ساری تکلیفوں کے برداشت کرنیکو ہر وقت آمادہ ہیں خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بتا وے کہ نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ سنیں کیونکہ جس مسند پر ہمیں بٹھایا گیا ہے اس پر بیٹھنے والوں کے ساتھہ یہی سلوک ہوتا ہے۔

الباطل کی بڑی قسم مذہب عیسوی کا بُرا انجام

یا

عبداللہ کوئلم کا مضمون

"فلاسفی مذہب میں"

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

شاید اس بات کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس پرجوش یوروپین مسلمان کی بابت ہم بڑے بڑے موٹے اور پُرزینت الفاظ میں کچھ کہیں کہ وہ الحق کی روح سے قوت پاکر اس وقت کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ کیونکہ بہت ہی تھوڑے ایسے تعلیم یافتہ مسلمان ہوں گے جو اس سعادت مند کے حال اور اُس کی کارروائیوں سے ناواقف ہیں۔ آج ہم اس جوانمرد باہمت کے ماہواری رسالہ "اسلامک ورلڈ" سے اُس کے ایک بڑے طویل مضمون کے ایک حصہ کا ترجمہ ناظرین کے پیش کرتے ہیں جو انھوں نے لورپول کے اسلامی مجمع میں پڑھا تھا۔ اس مضمون کی بزرگ شان اُس کی پرجوش ادا اور معانی کی قوت وصداقت کی نسبت تعریف نہ کرسکنے کا اعتراف کرنا درحقیقت اُس کی بڑی تعریف کرنا ہے۔ جو جوش صادقین سابقین کو مذہب حق کے آغاز ظہور وشیوع میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتا رہا ہے عبداللہ کوئلم اس سے محروم نہیں رہا۔ یا عزم اب اکیلا نہیں بلکہ مخلصین کی ایک جماعت انکے ساتھ ہوگئی ہے۔ اور اُسے دن بدن ترقی ہورہی ہے۔

ہم اصل مضمون کو شروع کرنے سے پہلے کسی قدر نصرانیت کی بدقسمتی پر لکھنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت عیسائی مذہب کے لئے سخت زاری نالی اور نوحہ کرنے کا مقام ہے کہ اس کے لیے اُسکی بغل ہی سے خون آشام دشمن پیدا ہوگئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب سے یوروپ میں علوم کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اُسی وقت سے عیسویت کے بخت پر نحوست طاری ہونی شروع ہوئی ہے۔ بڑے بڑے فلسفہ دانوں نے زبردست فلسفہ اور علوم حقہ کے زور بازو سے اس مخالف عقل اور دشمن فطرت صحیحہ مذہب کو گرانے کی کوشش کی۔ مگر وہ الٰہی ہتھیار اور آسمانی حربہ اُن کے پاس نہ تھا جو اب اسلام کے سلاح خانہ سے نومسلم یورپینوں کو ملا ہے۔ ایک عقلمند کے دل میں بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اتنی دراز صدیوں سے جس مذہب کی جڑ اس زمین میں مضبوط لگی ہوئی چلی آتی ہے۔ آج اس زمانہ میں اُسے زلزلہ پر زلزلہ آنے لگا ہے۔ سو یہ بات گذشتہ قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے بہت صاف ہوجاتی ہے۔ جس زمانہ میں عیسائی مذہب یوروپ میں داخل کیا گیا ہے۔ یوروپ کی تمام قومیں انسانیت اور تمدن کی برکتوں سے محروم اور جہالت اور بدتہذیبی کے لازمی نتائج اشیائے مادیہ کی پرستش میں مبتلا تھیں۔ ایسے وقت میں اُن کے سامنے عیسائی مذہب پیش کیا گیا۔ اسے نعم البدل کہو یا بئس البدل جو کچھ کہو مگر اس میں شک نہیں کہ ایک اور بھیس میں اُن کی بُت پرستی کے بعض اقسام کا پورا ہمرنگ اور قائم مقام تھا۔ ایک ایسی مذہب کو جو درحقیقت مذہبی حیثیت کی کوئی بھی رنگ و بو اپنے اندر نہ رکھتا تھا جس میں امرو نہی اور اعمال و فرائض کا کوئی بھی بالبداہت سوچ میں ڈالنے والا اور نزدوبخش قانون نہ تھا۔ ایسے خدائی اعتقاد کو جو اپنے سچے نتیجہ میں دہریت کا حقیقی ہمشکل تھا۔ ایسی قوم یا قوموں کی آنکھ میں مزین ومقبول بنا دینا جو اس قسم کے معتقدات میں پہلے گرفتار اور اُسپر فانع تھیں کوئی بڑا بھاری کام نہ تھا۔ روسیوں پر جب ایک زمانہ میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ ہم تحقیق مذاہب عالم میں سے ایک مشہور مذہب انتخاب کرکے بطور شاہی مذہب کے اختیار کرنا چاہیئے۔ شاہ روس کی طرف سے چیدہ لوگ مکہ معظمہ میں مذہب اسلام کی تحقیقات کے لئے آئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دن بھر میں پانچ وقت نماز کے لئے بڑی تاکید اور تشدد سے بلایا جاتا ہے اور بے نماز کی سزادہی کے لئے مسجد حرام میں ایک ہیبت ناک درّہ رکھا رہتا ہے۔ غرض اصول پنجگانہ اسلام کے سوا انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مذہب اسلام کس طرح انسان کے ہر ایک عضو کو ایک خاص ڈیوٹی تفویض کرتا ہے اور یہ مذہب کس قدر فواحش اور منکرات کا دشمن اور بیجا اور نامعقول آزادی کا مخالف اور بیحیائی اور بیغیرتی کی تمام قسموں کا جو بت پرستی کا اصل خاصہ ہوتی ہیں نہایت ہی مہلک عدو ہے۔ اس نتیجہ پر پہونچنے سے روسی مسافر جو بیقیدی کے دلدادہ اور آزادی کے اسیر تھے بہت گھبرائے اور یہاں سے ملول ہوکر قسطنطنیہ میں جو ان دنوں گریک چرچ کا بڑا بھاری مرکز و ماویٰ تھا آئے۔ وہاں جو کچھ تھا اُس کی نسبت زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بہت ہی خفیف تغیر کے ساتھ بلکہ موبمو وہی کلیسائی ہیئت اس زمانہ تک موجود ہے۔ غرض وہاں کچھ ہی تھا اور وہی تھا جس سے آج نامی عقلا تنفر کے ساتھ کنارہ کررہے ہیں۔ مگر اُن سفیروں کو وہ طریقہ پسند آگیا اور یوں وہ شرک عظیم بدقسمت روسیوں کے حصہ میں آیا۔

اب تعجب اور نہایت تعجب کی یہ بات ہے اور ہر ایک منصف خدا ترس کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنی چاہیئے کہ اسلام جہاں جہاں گیا اور جاتا ہے۔ وہاں پہلے عیسویت یہودیت برا ہمیت بت پرستی اور مجوسیت کے عقائد و مذہب پوری قوت اور عظمت میں تھے اس آسمانی پہلوان نے بڑی قوت وشجاعت سے اُن غیر مستحق غاصبوں کا مقابلہ کیا اور اُن کے مکروہ وجود سے اُن میدانوں کو پاک وصاف کیا۔ عیسائیوں کی بستیوں کی بستیاں بڑھ بڑھ کر اس عزیز مہمان کے استقبال کو آئیں اور شہروں کے شہر تثلیث اور کفارہ سے بیزار ہو کر ابو الانبیاء ابراھیم حنیف (علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام) کی ملت مذہب اسلام کے پیرو بن گئے۔ افریقہ میں اسلام اور عیسویت کا جو دنگل برسوں سے لگ رہا ہے۔ اور جس میں بالآخر ہر موقعہ پر اسلام کی جیت رہتی ہے۔ اس سے کون واقف نہیں ہے۔

ابھی تھوڑے دن کا ذکر ہے مشرقی افریقہ میں ایک بڑا شہر جس میں ۸۰ ہزار کی آبادی تھی سب کا سب مشرف باسلام ہوا۔ ریورنڈ باسورتھ (محمڈ اینڈ محمڈ نیزم میں اپنی قوم کے آگے با دل بریاں اور چشم گریاں شکایت کرتے ہیں کہ افریقہ میں ۱۵ ہزار آدمیوں کی ایک بستی جو برسوں کی جان توڑ محنت اور کروڑوں روپیوں کی لاگت سے عیسائی کی گئی تھی۔ مسلمان مشنریوں نے جن کے ہاتھ میں سوائے قرآن کے اور کچھ نہ تھا۔ پانچ برس میں اُس کو مسلمان کر لیا۔ صاحب موصوف جہاں عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کی کامیابی کے وجوہ و اسباب پر بحث کرتے ہیں۔ وہاں منجملہ اور اسباب کے نہایت قابل غور سبب عیسائیت کی شکست کا بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں جہاں عیسائی مذہب پھیلا وہاں زنا شراب خواری قمار بازی اور کئی ایک رذالتیں اُس کے ساتھ ساتھ پھیلیں۔ ایک محقق لکھتا ہے کہ پرتگیزوں نے پانسو سال کی راہ و رسم اور اختلاط میں مشرقی افریقہ کے حبشیوں کو سوائے شراب کشی کے عجیب عجیب طریقوں کے اور کچھ نہیں سکھایا۔ برخلاف اسکے انھی لوگوں میں سے جب افراد یا قومیں مسلمان ہوئیں اُن میں اعتدال پرہیزگاری خدا ترسی اور ہر قسم کی اخلاقی فضیلتیں پیدا ہو گئیں۔

فی الحقیقت باسورتھ صاحب کی یہ وجہ بہت موجہ اور مستند ہے یوروپ کو جانے دو جو ان رذائل کا زاد بوم اور مربی ہے۔ اسی ملک ہند پر نگاہ دوڑا کر دیکھلو اس کفارہ کے کھلے بندوں آزاد کر دینے والے مسئلہ پر ایمان لانے والی قوم کی عنایت سے ان خانہ بر انداز وباؤں کو کسقدر روز افزوں ترقی ہے۔

سچ پوچھو تو جہاں عیسویت کو شکست ہوئی ہے انھی عیوب اور قباحتوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ آجکل یورپ میں بھی ان زہرہ گداز بدکاریوں سے تنگ آکر اور عیسویت کو اُنکے انسداد سے عاجز یا خاموش یا ناقابل دیکھکر اکثر صحیح الفطرت محققین کو جو شوق پیدا ہوا کہ کسی ایسے تریاق کو ڈھونڈیں جو ان زہروں کے لئے کافی ہو تو انھیں تقویٰ اللہ کے حامی صفات کاملہ باری کی اشاعت کرنے والے مذہب اسلام کے سوا کوئی کارگر آلہ نظر نہ آیا۔ چنانچہ جو شخص محمد رسل وب کے ماہواری برگزیدہ اخبار مسلم ورلڈ اور عبد اللہ کوئلم کے ماہوار رسالے اسلامک ورلڈ اور اُن کے ہفتہ وار پرچے کرسنٹ کا مطالعہ کرتا ہے وہ بڑی مسرت سے ان پرچوں میں دیکھتا ہے کہ اُن کی کوششیں کن وجوہ سے الحمد کیونکر سرسبزی اور کامیابی کی اُمید دلا رہی ہیں۔

الغرض عیسویت کے حامیوں کے لئے سخت ماتم اور شیون کرنے کی جگہ ہے۔ کہ ایسے زمانہ میں اسی کے بیٹوں میں سے اس کے مہلک اعدا نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اسوقت جب کہ علوم جدیدہ کا آفتاب سمت الراس پر پہنچ گیا تھا۔ اور مذہبی علما نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں مذہب اور عقل اور سائنس کے درمیان تطبیق و توفیق دینے میں لکھیں۔ موقعہ تھا کہ اگر اس کلیسائی مخترع مذہب میں کوئی صداقت ہوتی یا اس میں علوم کے مقابلہ کا کوئی زور ہوتا تو ان شاندار ایام میں اسے یہ بُرے دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے اس سے بڑھکر اس مذہب کی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ علم و عقل کی مقتدر ملکہ غیر متزلزل کوہ وقار تخت پر جلوس فرما رہی ہے اس بداختر کو دربار سلطانی سے دھکے مل رہے ہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ پادری صاحبان تو فلسفہ اور مذہب میں تطبیق دینے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور علم فلسفہ اور سائنس کے ماہرین عیسویت سے بیزار جان بیزار ہو رہے ہیں۔ اصلی اور سچی بات یہی ہے۔ کہ جس مذہب کی بنا قانون قدرت کے سچے اصولوں اور انسانی فطرت کے صحیح اور حقیقی میلانوں کی مضبوط چٹان پر نہ ہو وہ ان دنوں میں قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ اور عیسویت اس کے سخت برخلاف ہے سو اب اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ اس کو ضعف نصیب ہو طامس پین اپنی سرگذشت میں جہاں بیان کرتا ہے کہ وہ

کیونکہ آٹھ برس کی عمر میں جب کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اتوار کے دن گرجے میں گیا۔ واعظ کے مُنہ سے خدا کے اپنا اکلوتا بیٹا پھانسی چڑھا دینے کی خوفناک نظیر کو سُنکر اس مذہب کے اصولوں سے متنفر ہو گیا۔ جس میں اُسکے اپنے باپ دادا چلے آتے تھے ایک عجیب آپ زر سے لکھنے کے قابل فقرہ لکھتا ہے۔ کہ وہ مذہب ہرگز سچا اور خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا جس کے اصول کے سُننے سے سادہ مزاج معصوم بچہ بھی تھرا اٹھے۔ اب غیور لم یلد ولم یولد خداوند تعالیٰ شانہ کی مرضی ہے کہ توحید کی جڑ دنیا میں لگے۔ اور شرک و تثلیث کو ذلت اور رسوائی نصیب ہو۔ اُس نے سخت مہلک اور کاری حربہ یعنی مسیح موعود کو بھی آسمان سے نازل کر دیا ہے جس کے نفخ صور سے بہت جلد وہ وقت آ رہا ہے کہ دجال کے ہلاک کئے ہوئے مردے لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے قبروں سے جی اُٹھیں گے۔ اب ہم کوئلم صاحب کے مضمون کا ترجمہ شروع کرتے ہیں۔

"فلاسفی مذہب میں"

اسلام کا خدا وہ خدا ہے جو نہ جنتا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا ہے۔ مگر عیسویت پرستش کے لئے ایسے معبود کو پیش کرتی ہے جو صاحب اولاد ہے۔ یعنی اُس کا ایک بیٹا ہے۔ لیکن یہ اضطراب انگیز مسئلہ یہیں تک نہیں ٹھیرتا بلکہ اس گورکھ دھندے کی اور بھی لاحل کڑیاں ہیں۔ چنانچہ اسی پر بس نہیں کی گئی کہ خدا کو ایک بچہ دیا گیا ہے۔ بلکہ ایک قسم کا پوتا (روح القدس) بھی اسکی نذر کیا گیا ہے جس کا تولد باپ اور بیٹے سے ہوا ہے مگر ابھی معاملہ اسی حد تک ختم نہیں ہوتا اس سے آگے اس بات کے ماننے کے لیے زور دیا گیا ہے "اس لئے کہ جو ایمان نہ لاوے اُسپر فتویٰ لگ چکا" یوحنا باب ۳۔ آیت ۱۸۔ پہلے تو ہوا باپ پھر بیٹا۔ اور سب سے پیچھے روح القدس باقاعدہ طور پر ایک دونوں سے برآمد ہوئے۔ اب ایک شخص منطقی طور پر اس بات کو خیال کر سکتا ہے کہ باپ بیٹے سے ضرور بڑا ہوگا۔ اور یہ بیٹا روح کی نسبت زیادہ سال خوردہ ہونا چاہیئے بات تو درست ہے مگر عیسویت اس کے مخالف ہے۔ عیسویت کا یہ اعتقاد ہے کہ تینوں کی ہستی ایک ہی وقت سے شروع ہوئی باپ بھی ازلی ابدی۔ بیٹا بھی ازلی ابدی۔ روح بھی ازلی ابدی۔ یعنی بیٹے کا وجود بھی اُسی وقت جلوہ افروز ہوا جب والد صاحب کے نشو و نما کا آغاز ہوا اور پوتا جی (مخفی روح) بھی اُن بزرگوں کی دوش بدوش ہی بزم ہستی کے رونق افروز ہوئے۔

میں خود بھی باپ ہوں۔ اور بہت سے والدین سے مجھے سابقہ بھی ہے مگر ایسا کوئی بچہ بھی اب تک میں نے نہیں دیکھا جو اپنے والدین کا ہمسن و ہمعصر ہو۔ رہی روح سو وہ ایسی راز سربستہ کی ہمکنار مخلوق ہے کہ میری استطاعت میں نہیں کہ اُسکی نسبت کچھ کہہ سکوں اسلئے کہ باپ میں نے دیکھے ہیں اور بچوں کو میں جانتا ہوں مگر روحوں سے اب تک میری واقفیت نہیں ہوئی یہ اعجوبہ روح تو گرگٹ سے بھی چار قدم آگے ہے۔ کیونکہ وہ جانور تو صرف رنگ ہی بدل سکتا ہے مگر یہ بھوت تو جب وقت چاہے اپنی ساری ہیئت ہی بدل لیتا ہے کبھی اس کا ظہور کبوتر کی شکل میں ہوا اور دوسرے وقت آتشیں زبان کی صورت میں (خواہ وہ کچھ ہی ہو) اُس نے جھلک دکھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہابہ کی قسم کی کوئی چیز ہے جو نہ تو کسی کے ہاتھ آتا ہے اور نہ کسی کی تحقیق میں آیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ ایسا خیال نہ کریں گے کہ میں اس مضمون کو ناروا ہزل کی صورت میں بیان کر رہا ہوں۔ فی الحقیقت میرا ایسا خیال یا منشا نہیں۔ بلکہ میں اپنی مقدور بھر بڑی صفائی سے اور واقفیت سے عیسویت کے اس خیال کو جو خدا کی نسبت ہے بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب اگر آپ لوگوں کو یہ مضحکہ اور لغو مضمون معلوم ہو تو میری اس میں کیا پیش جا سکتی ہے کیونکہ میں اس مجمع اضداد اصول کا بانی نہیں ہوں۔ میں تو صرف اس کا شارح ہوں۔ چھٹی صدی تک عیسائی علما اسپر بالکل اتفاق رکھتے تھے۔ کہ یہ ناقابل فہم لغویات کا مجموعہ حق اور صدق ہے اور اس لئے جو شخص اسپر ایمان نہ لاتا اُسے عیسویت کی لازم حال فراخ حوصلگی کی راہ سے ابدی جہنمی قرار دیتے پہلے زمانہ کے اُسقف مسیحیت کی کامل رعایت سے جو اُن کا امتیازی خاصہ تھا اس بے مثل سبق اور بے نظیر مضمون کو سینٹ اتھانیسیس کی ایجاد مانتے تھے۔ جو اُس تاریخ سے تین سو برس پہلے مر چکا تھا شاید اُس سینٹ کی طرف اُس کے منسوب کرنیکی وجہ اُنکی سادگی ایمان ہو۔ یا انہیں شرم آتی تھی کہ اس اعجوبہ تحریر کے بانی وہ اپنے تئیں قرار دیں۔ مگر اُس تحریر کو سینٹ اتھانیسیس کا وہی تعلق ہو سکتا ہے جو کرسٹوفر کولمبس کا مکان سے ہے۔

دسویں صدی میں عام لاطینی عیسائی اس عقیدہ کو اپنا دین و ایمان سمجھتے تھے۔ اور اُس بڑے انقلاب

اصلاح کے زمانہ میں پروٹسٹنٹوں نے بھی اسے تعلیم کیا اور آخر انگلستانی گرجے کی تمام دعاؤں کی کتاب میں سے بڑا اعلیٰ رتبہ اور مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کا ایک مقدمہ اور دو مقامے ہیں جن کے ساتھ ثبوت اور استنباطات اور نتائج بھی ملحق ہیں۔ مقدمہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو کوئی نجات کا خواستگار ہے اس کے لئے عالمگیر مذہب (یعنی عیسویت) اختیار کرنا ضروری ہے جس کے تمام و کمال اور بے عیب طور پر اختیار کئے بغیر کوئی شخص بھی ابدی ہلاکت سے بچ نہ سکے گا۔ پھر پہلے مقامہ میں لکھا ہے۔" عالمگیر مذہب یہ ہے کہ ہم ایک خدا کو تثلیث میں اور تثلیث کو توحید میں مانیں۔ اس طرح پر کہ نہ تو اشخاص کو باہم خلط ملط کر دیں۔ نہ انکو منقسم الاجزا تسلیم کریں کیونکہ باپ کا ایک اقنوم ہے۔ پھر بیٹے کا اور پھر روح قدس کا۔ مگر الوہیت میں باپ بیٹا اور روح تینوں ایک او شریک ہیں۔ اور ویسے ہی وہ جلال اور ابدیت میں بھی ہم پلہ ہیں" مختصراً اس مقامہ کا بقیہ یہ ہے کہ باپ بیٹا اور روح غیر مخلوق ناقابل فہم (اس صفت کا تو میں بہت جلد قائل ہونے کو تیار ہوں) ابدی اور قادر مطلق ہیں مگر باہمہ نہ تین ہیں بلکہ ایک ہیں۔ چنانچہ باپ نہ مصنوع ہے نہ مخلوق ہے نہ متولد ہوا ہے۔ بیٹا صرف باپ سے ہے مگر نہ مصنوع ہے نہ مخلوق ہے۔ بلکہ متولد ہے۔ اور روح باپ اور بیٹے دونوں سے ہے مگر نہ مصنوع ہے نہ مخلوق ہے اور نہ متولد ہے بلکہ ان سے نکلی ہے اور اس تثلیث میں کوئی ایک بھی نہ مقدم ہے نہ مؤخر نہ کوئی کسی سے بڑا نہ چھوٹا بلکہ تینوں اقنوم باہم ابدی اور مساوی ہیں۔ "جس شخص کو نجات مطلوب ہو اسے تثلیث کی نسبت ایسا خیال رکھنا چاہیئے۔" اب ایک شخص سوچ سکتا ہے کہ اسقدر ہی معقول آدمی کے لئے بے ڈکار لئے چڑھا جانا کافی ہے۔ مگر یہ خوراک ابھی پوری نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی کو بچنا منظور ہے تو اسے نہایت ضروری ہے کہ اس گھنونی بدمزہ دوا کو اسکی تلچھٹ تک پی جاوے۔

دوسرے مقامہ میں خدا کے مسیح کے اندر حلول کرنے کی نسبت بحث ہے یعنی نجات کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ مسیح مجسم خدا ہے۔ "سچا ایمان اور اعتقاد یہ ہے کہ وہ خدا کا بیٹا خدا بشکل انسان۔ کامل خدا اور کامل انسان ہے۔ جو ذی عقل روح اور انسانی گوشت سے مرکب ہے وہ اگرچہ خدا اور آدمی دونو ہے تسپر بھی دو نہیں۔ مگر ایک ہی مسیح ہے" پھر بعد اس کے اسی طرح کے عقلمندانہ نتائج استخراج کرنے کے بعد آخر میں یہ لکھا ہے۔" یہ ایسا اعتقاد ہے کہ جب تک اسے صدق دل سے کوئی یقین نہ کرے اس کی نجات ہو ہی نہیں سکتی۔" اب بعد اس کے کہ مذہب عیسوی کا یہ اصول بڑی صفائی اور وضاحت سے اس طرح جیسے کلیسا کے مقدس بانیوں نے بیان کیا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے ذکر کیا گیا ہے۔ میں آپ کی معقول پسند فطرۃ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غور اور انصاف سے دیکھے کہ کونسا مذہب عقل اور سچی فطرت کے موافق ہے۔ اسلام جس کے اصول نہایت سادے اور صاف ہیں یا عیسویت جس کے پیچ در پیچ فقرے گول مول جملے اور ناقابل حل بیانات ہیں۔

ابھی مجھے ایک اور مضمون بیان کرنا ہے جس کی طرف میں نے ایک اشارہ تک نہیں کیا۔ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ ہر شخص بذاتہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہر شخص سے اس کے نیک و بد عمل کی بابت بازپرس ہوگی جسپر اسے ثواب یا عقاب ملیگا غرض بموجب انگریزی مثل کے ہر ٹب کو اپنے ہی پیندے پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ مگر عیسویت تعلیم دیتی ہے کہ نجات ایمان پر موقوف ہے اور گناہ کفارۂ مسیح کے ذریعہ دور ہوتے ہیں۔ سو اس موقعہ پر بھی ہم اسے منطقی میزان میں تولتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انسانی ہستی الٰہی مخلوق ہے۔ اور خدا نے اسے نیک و بد میں تمیز کرنے کے لئے ادراک اور فہم عنایت کیا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ خود بدکردار کو اس کی بدی اور خود نیکوکار کو اسکی نیکی کی سزا جزا دی جاوے یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ مگر عیسائی متکلمین کہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ تو باہم انسان کا انسان کے ساتھ معاملہ ہوسکتا ہے لیکن خدا کا یہ طریق نہیں۔ "وہ اپنے عجائبات نہایت مخفی طریقوں سے دکھاتا اور اس کی کارروائیاں عقل میں آ نہیں سکتیں۔" نیک اعمال۔ پاک خیالات۔ فیاضانہ افعال یہ سب بغیر ایمان کے لاحاصل ہیں۔ "تمہاری راستبازی گندے ناپاک چیتھڑوں سے زیادہ نہیں" تمہیں ایمان رکھنا چاہیئے۔ مگر ایمان بھی بہت بڑا ایمان ہونا چاہیئے جو پہاڑوں کو جگہ سے ہلا دے چونکہ ہمیں دو ہی چیزیں ایسی نظر آتی ہیں جن سے پہاڑ ہل جاتے ہیں۔ آتش افشاں صدمہ یا زلزلہ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جس ایمان کی ایک عیسائی کو ضرورت ہے وہ بڑا ہی تند و تیز ہونا چاہیئے اور اس ایمان کی جو تمہیں رکھنا ہے یہ خاصیت اور حیثیت ہونی چاہیئے کہ وہ نہ صرف تثلیث کے ایسے مخبط کر ڈالنے والے مسئلہ پر یقین رکھے جسکا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں بلکہ اسپر بھی

پختہ وثوق رکھے۔ کہ مسیح کے ہی لہو سے روح کی نجات ہو سکتی ہے بلفظ دیگر مجھے یہ ماننا ضروری ہے کہ عیسائیوں کا خدا ایک ہی وقت میں بڑا بھاری بھوت۔ ضعیف متلون مزاج محدود طاقت کا مخلوق ہے۔ شاید کوئی مجھ پر الزام لگائے کہ میں بڑے سخت زبان استعمال کر رہا ہوں۔ مگر جو غور کرو تو اس کیفیت کے واقعات کے متعلق ابھی یہ کچھ بھی سخت زبانی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان عیسوی اصول کو ناقابل تبدیل منطقی اصولوں سے جانچوں۔

مغلوب الغضب" پر جوش خدا" جو ہر روز شریر پر ناراض ہوتا ہے تمام انسانوں کو جنہیں خود اُس نے پیدا کیا ہے۔ ابدی سزا کا فتویٰ دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتے رہیں۔ اس کی نسبت تو میں کہتا ہوں کہ یہ کام خدا کا کام نہیں یہ تو بھوت کا کام ہے۔ مگر بھوت کو اس خطرناک ارادہ سے باز رکھنے کے لئے اُس کا ایک بیٹا جو باپ کے ساتھ ابدی اور ہم سن ہے۔ اُس کے حضور میں بے بس انسانوں کا شفیع ہوتا ہے۔ مگر وہ بجز ایک شرط کے اپنے ارادہ سے باز نہیں آنا چاہتا۔ کہ تو جو میرا بیٹا ابدی ہے تو انسان بن اور مارا جا۔ جب میں جو تیرا مساوی ابدی متحد اور مثلث بھوت ہوں خوش ہوں گا۔ بیٹا جواب میں کہتا ہے بہت اچھا منظور۔ اس کے بعد وہ نکلتا اور بچہ بنتا ہے جو دایہ کی گود میں روتا چلاتا بلبلاتا اور بسورتا تھا" وہ اصطبل کے درمیان ایک غیر معروف گاؤں اور چھوٹی سی سلطنت میں پیدا ہوتا ہے۔ بڑھتا اور سن بلوغ کو پہنچتا ہے۔ اور تب اپنی بیجا بیوقوفی کے معاملہ سے پشیمان ہو کر بھوت سے گڑگڑا کر التجا کرتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ پیالہ اُس سے ہٹا لے مگر نمبر اول بھوت انکار کرتا ہے اور دوسرا خدا فدیہ ہو جاتا ہے۔ یوں بھوت کی ذرہ سی تسکین ہو جاتی ہے۔ مگر اس فدیہ کے پورے ہونے کے بعد نجات کو اس شرط سے وابستہ کرتا ہے۔ کہ تم نجات بخش خون سے فیض حاصل کرنے سے پیشتر ضرور ہے کہ ان لغویات اور اباطیل کی ساری داستان پر پختہ اعتقاد کرو۔ فی الحقیقت ایسا معبود بھوت ہی نہیں بلکہ ضعیف متغیر المزاج مخلوق ہے جو قابل تعظیم و عبادت تو کیا بلکہ نفرت و حقارت اور رد کر دینے کی چیز ہے۔ لیکن باایں ہمہ پاگل خانوں سے باہر ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو ایسی فضول اور لچر بات پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ کیونکر تعلیم یافتہ انگریز اسلام کو جو غیر قوموں کا مذہب ہے اختیار کر سکتے ہیں"

میں پھر آپ لوگوں سے جو بفضل خدا عقیل اور فہیم ہیں پوچھتا ہوں کیا ایسا مذہب منطق کے موافق ہو سکتا ہے؟ اسلام کی یہ تعلیم کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا" فلاسفی۔ رحم۔ انصاف اور عقل کے ساتھ بہت زیادہ قریب ہے۔

میرا خیال ہے کہ عیسائی بھی اس بات کو تسلیم کریں گے۔ کہ گو میں گنہگار ہوں اور میرا یقین ہے کہ میرے مسلمان ہونے کو تو وہ میرے حق میں ایک عظیم الشان گناہ سمجھتے ہوں گے۔ اس پر طرہ یہ کہ میں دوسروں کو چاہتا ہوں کہ میرے نقش قدم پر چلیں اور عیسویت سے دست بردار ہوں مگر باایں ہمہ وہ ضرور اس امر کو تسلیم کریں گے کہ میں بھی منجملہ مخلوق الٰہی کے ایک مخلوق ہوں جسے اسی کی مہربانی سے جامہ وجود عطا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مغز و فہم زینت کے لئے نہیں بلکہ برتنے کے لئے مرحمت فرمایا ہے میں نے اُسے برتنے کی کوشش کی۔ سو اُس خداداد عقل نے مجھے بتایا کہ وہ بھوت نہیں ہے۔ وہ جیسا کہ عیسائی لوگ اس کی تصویر کھینچتے ہیں۔ ضعیف مخلوق نہیں۔ میں ہرگز اس بیہودہ بات پر یقین نہیں لا سکتا جس کو وہ چاہتے ہیں کہ کوشش کر کے میرے منہ میں ٹھونس دیں۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مذہب کو ایک گولی کی طرح بناؤں اور منہ کھول کر مگر آنکھ بند کر کے اسے نگل جاؤں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ وہ گولی میرے اندرونی قویٰ کو اضطراب میں ڈالے۔ اس کے اجزا کو بخوبی دریافت کر لوں۔ مجھ سے کورانہ تقلید نہیں ہے نہ بن پڑے گی۔ مجھے جب تک میری عقل جو عطیۂ خداوندی ہے یقین نہ دلائے۔ کہ فلاں چیز معقول ہے۔ میں اُسے قبول نہیں کر سکتا تو پھر کیا میں ابدی سزا کا مستحق ہوں اسلئے کہ وہ عقل و فہم جو اللہ تعالیٰ حکیم کی طرف سے مجھے عطا ہوئی ہیں وہ ایسی چیز کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ جس کو وہ محض لغو اور پوچ خیال کرتے ہیں۔ مگر جو مسیحی اعتقاد سچ ہے تو میرے لئے اور کوئی راہ نہیں۔ کیونکہ جب تک ایمان نہ لاؤں۔ میں سزا سے بری نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ میں اسے نہیں مانتا اس لئے بالیقین مجھے سزا اٹھانی پڑے گی۔

بس یہی ہے صاف اور غیر متبدل نتیجہ سو اب اس بنا پر میرے عیسائی دوستو تم کو خوب یاد رہے کہ تم جب تک میری تقریر سنتے رہو گے۔ گویا ایک ملعون مستوجب سزا کے الفاظ آپ کے کان میں پڑتے رہیں گے۔ جب آپ مجھ سے گفتگو کریں آپ کا خطاب ایسے شخص سے ہو گا جو اب سے ہمیشہ کو دکھ درد میں اسیر رہے گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا ہرگز خیال نہ کرتے ہوں گے۔ بہتیرے تم میں سے ایسے ہیں جو مجھے بچپنے سے جانتے ہیں۔ بعض میرے ہم مکتب ابتدائی ایام کے آشنا اور بعض ایام شباب کے دوست

اور تنا سا ہیں۔ میرا پختہ خیال ہے۔ کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہیں کرسکیں گے کہ میرے لئے ایسا خوفناک انجام اور وبال مقدر ہے۔ مگر اس لئے کہ آپ عیسائی ہیں۔ آپ پر لازم و واجب ہے کہ آپ ایسا خیال کریں۔ اگر آپ کا یہ خیال اور اعتقاد نہ ہو تو پھر آپ صدق دل سے عیسوی اعتقاد کے بڑے بھاری اصول کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ شک کرنا دغا بازی اور ننانوے میں پڑنا سیاہ کاری ہے ''اے میرے دوستو خبردار احتیاط سے کام لو۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تمہاری محبت اور مہربانی کو مجھ سے ہمدردی پیدا ہو جائے اور میری بدقسمتی پر تمہیں ترس آ جائے۔ خوب غور کرو اور ٹھہر ٹھہر کر سوچو کیونکہ اگر تمہیں میرے انجام بد اور مصائب کے بارہ میں کوئی شک ہے تو پھر تم بھی خطرناک حالت میں ہو بلکہ تم بھی ابھی سے سزا کے قابل ٹھہر چکے (یوحنا باب ۳-۱۸) تمہارا مذہب ایسا کہتا ہے۔ اب یا تو تمہارا مذہب سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر وہ سچا ہے۔ تو میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو تم کس قسم کے لوگ ہو جو اسے اب تک مان رہے ہو۔؟

اب اسلام کے ہمہ رحم اور ہمہ کریم اصول سے اس کا مقابلہ کرو۔ ''اگر مجھ سے کوئی قصور سرزد ہو۔ تو اس کا نتیجہ میری اپنی جان کو بھگتنا پڑے گا۔ اور اگر میں راہ راست پر قدم ماروں اور مجھ سے نیکی سرزد ہو تو یہ خدا تعالیٰ کے القا اور فضل سے ہے کیونکہ وہ سننے والا قبول کرنے والا ہے۔'' (سورہ ۳۴ السبا) ''خدا کے اس رحم و فضل کو جو وہ انسانوں پر کرتا ہے کوئی روکنے والا نہیں جو اس کی مرضی کے خلاف اس سے اسکو واپس لے لے۔ اور وہ حکمت والا عزت والا ہے۔'' (سورہ ۳۵۔ الفاطر) ''جو گناہ کا کام کرتا ہے۔ اسے اس کا بدلا ملے گا۔ ہر جو نیکی کرتا ہے مرد ہو یا عورت اسے جنت میں جگہ ملے گی۔ اور ان کے حقوق میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔''

روایت ہے کہ حضور مقدس رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سخت بیمار ہوئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ شاید حضور اس عالم سے رحلت فرمانے والے ہیں۔ پھر ہمیں ارشاد فرمایئے کہ ہم کیا کریں؟ اس مقدس نبی نے جواب میں کہا۔ ''تمہارے پاس کتاب (قرآن) ہے اسے پڑھو۔ اور اس پر عمل کرو۔'' پھر انھوں نے عرض کیا کہ جناب کے ہوتے ہوئے بہت سے ایسے نئے واقعات پیش آئے۔ کہ ان میں ہمیں حضور سے استفسار کرنا پڑا۔ آپ نے فرمایا ''اچھا تو جو کچھ میں نے کیا ہے اسے خوب مضبوط پکڑو۔ اور اس کے موافق عملدرآمد کرو۔'' پھر انھوں نے عرض کی۔ اے نبی اللہ ممکن ہے آپ کے بعد ایسے واقعات نئے پیش آجاویں جو حضور کی زندگی میں پیش نہیں آئے۔ پھر ہم کیا کریں؟ اس پر جناب نبوت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھکر بیٹھ گئے۔ اور ایسی صاف و شفاف آواز سے جو خوبصورت بانسری کی آواز سے بھی کانوں کو بھلی لگتی تھی۔ ارشاد فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر ایک کو عقل اور ادراک عنایت کیا ہے سو اگر کسی معاملہ میں اضطراب اور تردد واقع ہو تو پھر جو تمہاری عقل سلیم کہے۔ کہ یہ اچھا اور یہ برا ہے اس پر عمل کرو۔ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ ہی کی آواز ہوگی۔ جو تم میں اس وقت بات کرے گی۔

اب عزیز و آج رات میں بھی آپ سے یہی وصیت کرتا ہوں کہ آپ ان دونوں مذہبوں کو عقل سلیم اور ذہن مستقیم کی محک پر کسیں دیکھنا ایسا نہ ہو۔ کہ آپ کبھی تو میری باتوں سے متاثر ہو کر کوئی نتیجہ نکالیں۔ یا اپنی پہلی تعلیم کی وجہ سے تعصب کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ خود اپنے لئے مدلل طور پر اس امر کا فیصلہ کرو۔ کیونکہ آپ ہی ہیں۔ جنھیں اپنے لئے فیصلہ کرنا ہے۔ اور خود آپ ہی کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جوابدہی کرنی پڑے گی۔

اگر تم سمجھ چکے ہو کہ اسلام عیسویت سے زیادہ معقول مذہب ہے۔ تو پھر اس کے قبول کرنے میں دیر کا ہے کی ہے؟ اور اگر آپ اپنے عقیدہ پر قناعت کرتے ہیں۔ تو خیر آپ کی مرضی۔ کیونکہ اسلام کا یہ اصول نہیں۔ کہ کسیکو اکراہ اور جبر سے منوائے۔ وہ سب کے سامنے اپنے تئیں پیش کرتا ہے ہر شخص قبول و رد میں پورا مختار ہے قرآن شریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یعنی حق تمہارے رب کی طرف سے ہے اب ہر ایک کا اختیار ہے چاہے ماننے چاہے نہ ماننے والسلام

الحق کے مضامین کی تجدید

ہمارے ناظرین میں سے اکثر شاید واقف ہوں گے کہ حضرت اقدس امام علیہ السلام کے سلسلہ عالیہ کی تائید میں سیالکوٹ سے ایک رسالہ الحق کے نام سے جاری کیا گیا تھا جس کے پریکٹیکلی ایڈیٹر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ تھے۔ الحق کچھ عرصہ کے بعد بند ہوگیا کیونکہ خدا کی مرضی یوں ہی تھی اور اس کے بند ہونے کے ساتھ ہی وہ بالکل نایاب بھی ہو گیا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے جو مضامین الحق میں لکھے تھے ہم نے ضروری سمجھا کہ ان کو الحکم کے ذریعہ پھر ایک بار شائع کر دیا جائے تاکہ وہ مضامین از سر نو زندہ ہو جائیں۔ چنانچہ پہلے

خطبہ

جو ۳ مئی ۱۹۰۱ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ اور خاکسار اڈیٹر الحکم نے اپنے الفاظ میں لکھا۔

رفاہ عام اور حقیقی نیکی

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوٗن عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون ۔۔۔ ان اللہ عندہٗ اجر عظیم ۔

کیا تم لوگ سمجھ بیٹھے ہو کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت بنانا اس کا درجہ اور ثواب اور عزت اس شخص کے برابر ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان لایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس نے بڑی سعی کی (یاد رکھو) یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو جو انکو برابر سمجھتے ہیں کامیاب نہیں کرتا۔ سنو! جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ سچے کامیاب اور مرادوں کو پانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی خوشخبری دیتا ہے۔ کہ ان کے لیے بڑے بڑے بہشت ہیں اور ہمیشہ کے آرام ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے بڑے بڑے درجے ہیں۔

یہ آیتیں ہر زمانہ میں ہم مسلمانوں کے لئے بڑے غور کے قابل ہیں ان میں بڑے بڑے اخلاقی اور ایمانی سبق ملتے ہیں۔ ہر شخص کو جو چاہتا ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ کی رضا کا بشری ملے ضروری ہے کہ ان پر غور کرے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانا چھوٹا کام ہے ایسا ہی مسجد حرام کی تعمیر بھی کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے لیکن میرے عزیزو! میرے دوستو! سوچو تو سہی کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ایک اور چیز کو اس کے مقابل رکھتا ہے جو اپنی قدر و قیمت میں اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے وہ کیا ہے؟

حقیقی ایمان ۔ ہجرۃ ۔ جہاد فی سبیل اللہ

حقیقت میں یہ تینوں چیزیں ایسی گرانمایہ اور بیش قیمت ہیں کہ ان کے مقابلہ میں کوئی دوسری شے نہیں ہے ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ لوگ رفاہ عام کے کام کرتے ہیں پل بناتے ہیں کنوئیں اور سرائے تعمیر کراتے ہیں اور اپنی جگہ ان کو بڑی ثواب اور درجہ کی باتیں یا نیکیاں قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں ان آیتوں کو پڑھ کر جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ یہ ہے کہ جب تک انسانی افعال کا صدور خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک لذیذ ایمان کی تحریک سے نہ ہو وہ ایک خیالی اور فرضی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جب ایمان ہو اور اس کی لذت سے سرشار ہو کر جو تحریک پیدا ہوتی ہے اور جو نہریں معرفت الٰہی اور شفقت علی خلق اللہ کی پھوٹتی ہیں وہ ان کنوؤں اور نہروں سے بدرجہا بڑھکر ہوتی ہیں جب میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک شخص نے مجھے منشی اشیاء کے استعمال سے روکنے کے لئے ایک تقریر کرنے کو کہا۔ آپ لوگ واقف ہوں گے کہ اس قسم کی سوسٹیاں ایک انگریز کی تحریک سے قریباً ہر ایک بڑے شہروں میں بنی ہوئی ہیں غرض میں نے تسلیم کیا اور اس سوسائٹی میں اس مضمون پر لیکچر دینے کا ارادہ کیا پھر اس کے دل میں یہ خیال آیا اس لئے کہ وہ خوب جانتا تھا کہ چونکہ میری فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ میں کوئی ایسی تقریر کرنی گناہ سمجھتا ہوں جس میں قرآن کریم کی عظمت اور حقانیت کا ذکر نہ ہو۔

اس لئے مجھ سے پوچھا کہ کیا تقریر کروگے میں نے کہا خلاصہ یہ ہوگا کہ کوئی انسان بدی سے کبھی بچ نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ ہو زندگی کے ہر خطرہ اور جوش کے وقت اللہ تعالیٰ کے ایمان کے بدون کوئی قائم نہیں رہ سکتا یہ میرا ایمان ہے اور میری روح ایسی ہی بنی ہے بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ طبعی طور پر گوشت نہیں کھاتے۔ شراب نہیں پیتے زنا بھی نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے منہیات سے رکنا اور چیز ہے اس نے کہا مقصود تو بچنا ہی ہے اخلاق تو اچھے ہو گئے پھر خدا کی ہستی کو کیوں درمیان لاتے ہو۔ میں نے کہا طبعی اخلاق اور ہوتے ہیں اور خدا کو مان کر اور۔

جو شخص طبعی طور پر شراب نہیں پیتا اسکی طبیعت میں دوسرے کو غور کر نفرت پیدا نہیں ہو سکتی۔ عام مجلسوں میں جہاں بدکار ممبر ہوں وہ سب کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا دینے پر تیار ہوتا ہے یہ لوگ دنیا کی اصلاح کے نمک نہیں ہو سکتے خدا کے لئے کسی بات سے رکنا ایک نئی فطرت پیدا کرتا ہے جس میں ایک غیرت اور حمیت بھی ساتھ ہوتی ہے۔

اس کا ثبوت عملی طور پر خدا کی کتاب نے یہ دیا کہ عرب کے لوگ حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں کسی کے سپرد دربانی کی خدمت سپرد تھی کسیکو مہمانی کی

سبکو پانی پلانے گئے اور کوئی بیت اللہ کی مرمت کرتا تھا کیونکہ اسکی عظمت کے سب قائل تھے لیکن ایک قوم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیار کی اُس کے اعمال میں اور اُن لوگوں کے اعمال میں جو مندرجہ بالا کام کیا کرتے تھے کوئی فرق ہے یا نہیں؟ ہم اگر اس کے لئے گہرے اور دقیق اور باریک ثبوت نہ بھی دیں اور نہ کچھہ ضرورت ہی کیونکہ خدا کی کامل کتاب نے بے نیاز کر دیا ہے طبعزاد تقریروں سے خود وہ کتاب اپنے دعاوی کو دلائل کے ساتھہ آراستہ کرتی ہے چنانچہ جہاں یہ دعوی کیا کہ ان میں فرق عظیم ہے وہاں عملی ثبوت بطور دلیل کے پیش کیا یعنی جب وہ اللہ تعالے پر ایمان لائے تو اُن میں ایک ایسی فطرت گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی طرف بڑھنے کی پیدا ہو گئی کہ انھوں نے ہزاروں ہزار حقوق العباد کے کام کیئے۔ اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کی رضا کے واسطے اُنھوں نے اپنے عزیز وطنوں کو چھوڑ دیا اپنے عزیز و اقربا کو چھوڑا اور جان و مال کی کچھہ پروا نہ کی۔

تم نے دیکھا ہو گا کہ بٹالہ میں سٹیشن کے متصل دو سرائیں مسافروں کے آرام کے واسطے بنائی گئی ہیں ایسا ہی قادیان کے راستہ میں بھی ایک سفید ساکنواں بنا ہوا نظر آئے گا۔ لیکن ایک طرف تو یہ سرائیں ہیں اور دوسری طرف یہی لوگ سود در سود لیکر کتنوں کا خون پی لیتے ہیں حقوق پر چھری چلا دیتے ہیں اسی بنا پر میں کہتا ہوں **حقیقی نیکی** وہی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالی کی رضا جوئی کی تحریک سے شروع ہو وہ لوگ جو مومن باللہ ہوتے ہیں وہ کبھی کسی خیانت اور بد دیانتی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ یہ نور اور یہ قوت جو خدا تعالے کیطرف قدم اٹھانے سے انکو ملتی ہے یہ ایک نرالی قوت ہوتی ہے جو دوسرے کو نہیں ملتی۔

یاد رکھو کوئی نیکی نہ تو دائمی ہو سکتی ہے اور نہ سچا سرور دے سکتی ہے جب تک اللہ تعالی کے **امر** کو مدنظر رکھکر نہ ہو ایسی نیکیاں جو محض کسی جوش یا طبعی تقاضے کی بنا پر ہوں وہ اس انجن کیطرح ہیں جسکی سٹیم ایک جگہ جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ ہم حقیقی نیکی کا نمونہ اسوقت اپنے **امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام** میں پاتے ہیں سنہ ۶۸ ہو یا سنہ ۷۸ یا سنہ ۸۸ یا اس سے بھی پیشتر غرض جب سے اللہ تعالی نے آپ کے مقدس ہاتھوں میں **قلم** دیا اسوقت سے اس سیکنڈ تک وہی نور اور وہی قوت کام کر رہی ہے ہاں یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ اُسوقت اگر چنے کی برابر زور تھا تو آج پہاڑ کی برابر ہے اس کے مقابل میں سقدر بڑے بڑے دعوے کرکے اُٹھے لیکن کیسے اندھے ہو کر گرے کہ پھر اٹھنے کا نام بھی نہ لے سکے اس لیئے کہ وہ خدا کے بلائے نہ بولے تھے وہ محض اپنے جذبات کی تحریک سے اُٹھے تھے ورنہ کوئی مامور آج تک نہ کبھی تھکا نہ ہارا نہ درماندہ ہوا سنو! اللہ پر ایمان یہ کوئی خیالی اور وہمی بات نہیں ہے یہ ایک عملی قوت ہے اسی وقت میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے مومن باللہ کے لیئے اللہ تعالی نے **ہجرت** بھی لازمی رکھی ہوئی ہے ہمکو کسی اور نبی کا حال معلوم ہو یا نہ ہو اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چال چلن میں معلوم کر سکتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کے لئے ہجرت فرض کی گئی۔ ہاں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مومن باللہ کے لئے ہجرت ضروری شئے ہے کوئی قوم قوم نہیں بنتی جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرے چنانچہ خدا تعالی نے فیصلہ کر دیا کہ جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی اُن کے ساتھہ تمھارا تعلق نہیں ہے اس سے میرے دل میں آیا کہ ایک ہجرت تو یہ ہے کہ جہاں امام ہو اُس کے رنج و راحت میں شامل ہونے کے لئے اور اُس کے فرائض میں حصہ لینے کے واسطے اپنے تعلقات اور وطنوں کو چھوڑ کر آ جائیں

دوسری ہجرت یہ ہے کہ اپنی کیچلی اُتار دے۔ یعنی روحانی طور پر گندے وطن کو چھوڑ دے۔ پس کبھی کوئی ہجرت پوری نہیں ہوتی جب تک تبدیلی نہ ہو **مہاجر** کے جو معنی میں نے اس وقت کیئے ہیں یہ خیالی اور وہمی اور نرے خوش کن ہی نہیں ہیں نہیں نہیں میں ایک سکینڈ کے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ قرآن کریم کے الفاظ میں سے کوئی ایسی بات نکالی جاوے جس میں تکلف اور بناوٹ ہو۔ مہاجر کے معنے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا **المہاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ** یعنی مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالی کی منہیات کو چھوڑ دے۔ پس یہ کیسی سچی بات ہے کہ جب تک انسان سانپ کیطرح اپنی کیچلی نہ اُتار دے اور گناہ کی زندگی سے نہ نکل آوے کامل مومن نہیں ہوتا۔ میرے دل میں بار بار خیال آتا ہے اور آج کل بڑے زور سے رہتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے فخر کے ساتھہ اپنی طیار کردہ جماعت کو دنیا کے سامنے پیش کیا اس پاک جماعت کی تبدیلی نے بتا دیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کس اعلی درجہ کی قوت قدسی رکھنے والے انسان تھے قرآن کریم نے اس جماعت کو کہیں **والذین امنوا اشد حبا للہ** کے الفاظ میں دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اے دنیا کی گندی خواہشوں سے تعلق رکھنے والو! دنیا اور اُس کی جھوٹی محبتوں پر مرنے والو! دیکھو مومنوں کے اپنے سارے تعلقات میں خدا ہی سے بڑھکر محبت ہے میرے دوستو! ہم دنیا کی ساری قوموں کے سامنے صحابہ کرام کی پاک جماعت کو حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور دعوی سے کہتے ہیں کہ جیت گیا ہمارا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

جس نے ایسی قوم طیار کی جو اپنے سارے تعلقات میں خدا ہی کو سب سے زیادہ محبت کرنے والے تہے دنیا اور اس کے جوشوں اسکی تحریکات اسکی خوبصورتی پر نگاہ ڈالو پہر ان کے نکلنے کی مشقت پر نگاہ ڈالو۔ مگر وہ کیسی قوم ہے جو اس کامل انسان صلی اللہ علیہ وسلم نے طیار کی ایک طرف تو یہ دعوے تہا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور دوسری طرف اس دعوے کو یوں ثابت کرکے دکہا دیا کہ قرآن ہی نے شہادت دی والذین امنوا اشد حبا للہ۔

اللہ اللہ کیسی کامل تاثیر قوت قدسیہ کی ہے۔ افسوس اور واویلا ناعاقبت اندیش سیہ باطن مخالفوں پر جو اعتراض کرتے ہیں وہ دیکہیں اور دکہائیں کہ ایسی پاک تبدیلی دنیا میں کس نے کرکے دکہائی ہے کیا ایک ضعیفہ عورت کے بچے نے جس کو خواہ نخواہ خدا کی کرسی پر بیٹھایا جاتا ہے؟ کیا اس کی پاک جماعت کا یہ نمونہ نہ تہا کہ خاص حواریوں ہی میں سے یہودا اسکریوطی نے چند کہوٹے درہم لیکر گرفتار کرا دیا؟ کیا پطرس اسی پاک جماعت میں سے تہا جس نے تین بار لعنت کی؟ اے مردہ پرست قوم کچھ تو خدا کا خوف کر۔ دیکہ ایک طرف مسیح نے جسے تو الفا و یہ کا قادر مطلق خدا کہتی ہے (حالانکہ وہ حوائج بشری کا اسی طرح محتاج تہا جیسے ایک معمولی آدمی ہوتا ہے وہ اپنی اقتداری اور قدسی قوت کا کوئی بہی اعلیٰ نمونہ دنیا میں نہ دکہا سکا۔ ہمیشہ اپنے عجز و درماندگی کا معترف رہا۔) یک جماعت طیار کی جنکا وہ حال ہوا جو ابہی بیان کیا ہے ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت بنائی جنہوں نے حضور کے لیئے اپنے جان و مال کی پروا نہیں کی اپنے عزیز واقارب اور اوطان کو چہوڑ دینا کوئی بڑی بات نہیں سمجہا انہیں تجارت بہی کرتے تہے انصار زمینوں اور زراعتوں کے مالک تہے مگر ان تعلقات نے ان کو اپنا محبوس اور اسیر نکر رکہا تہا بلکہ باایں ہمہ انہیں ایسی قوت قدسی پہونکی گئی تہی کہ اشد حبا للہ کے مصداق تہے۔

پہر کہیں انکی شان میں کہا گیا من خشیۃ ربہم مشفقون الآیۃ کہیں یہ کہا گیا عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا۔ کہیں یبیتون لربہم سجدا وقیاما انکی شان بتائی۔

غرض جہاں ایک طرف انہوں نے خدا کے لیئے ہاں صرف خدا کے لیئے اپنے وطن عزیز واقارب اور ہر قسم کی آرام و آسائش کو چہوڑا اس کے ساتھ ہی وہ گناہ کی گورانہ زیست سے بہی نکل آئے۔ تب خدا نے انکو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور عزت کے لیئے بطور نمونہ پیش کیا مگر

میرے دوستو! یہ سلسلہ ومیں تک ختم نہیں ہو گیا اس کا دامن دراز ہے اور قرآن کریم نے ایک اور قوم کو بہی انکے ساتھ ملایا ہے واخرین منہم لما یلحقوا بہم قرآن شریف نے دو ہی زمانوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ جس میں خود وہ کامل انسان مطہر اور مزکی معلم موجود تہے اور بلا واسطہ ایک جماعت کو طیار کیا دوسرا وہ زمانہ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعود کے توسط سے ایک جماعت کے معلم ہوں گے قرآن شریف پر غور سے نگاہ کرو۔ درمیانی سلسلوں کا کوئی ذکر نہیں کیا جیسے موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیانی سلسلوں کا کوئی ذکر نہیں کیا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خاتم الخلفاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیانی زمانہ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ خاتم الخلفاء ہی کا حضور کے بعد ذکر کیا ہے پس جبکہ یہ بات ہے تو میرے دوستو! میں تمہیں اس لحاظ سے مبارکباد دیتا ہوں کہ اس سلسلہ عالیہ میں تم شامل ہو جو آخرین منہم لما یلحقوا بہم کا موعود اور مصداق ہے۔ مگر یہ کہہ کر تمہیں متوجہ کرتا ہوں کہ صرف برائے نام شمولیت کوئی فائدہ نہیں رکہتی بلکہ خطرناک ہے جب تک ایک پاک تبدیلی تم میں پیدا ہو کیونکہ جیسے رسول کریم کی کامیابی کا عظیم الشان راز آپ کی جماعت کی پاک تبدیلی اور کامل نمونہ تہا مسیح موعود کی غرض و غایت بہی یہی تبدیلی ہے وہ دنیا میں آیا ہے صرف اس لیئے کہ روحانی امراض اور گندگیوں کو صاف کرکے انکو زندگی کی روح بخشے چنانچہ اس کے ہاتہ پر ہزاروں مردے جی اٹھے اور ہزاروں اندہے بینا ہوئے مگر افسوس آنکہ رکہتے ہوئے اندہوں نے انکو مشاہدہ نہیں کیا۔ غرض میرے دوستو! اب وقت ہے کہ تم اپنے چال چلن اور پاک نمونوں سے دنیا پر حجت پوری کرو۔ تم دنیا کی اصلاح کے لیئے بطور نمک کے ہو جاؤ۔ تاکہ تم مہاجر اور مجاہد کہلا سکو۔

میرے دوستو! تم جو اس نجات کی کشتی میں سوار ہوئے ہو خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاؤ اور ڈرتے رہو کہ اگر تم نے اسکی قدر نکی اور اپنے عمل اور نمونہ سے صحابہ کا ہمرنگ ہونا نہ دکہایا تو اندیشہ ہے کہ تم کشتی سے گرا دیے جاؤ اور ہلاک ہو۔ میرا ایمان ہے اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک تم میں سے یہی ایمان رکھتا ہے کہ خاتم الخلفاء

مسلم مہم خبرین

سلطانی سفارت کی روانگی

مدت سے عربی اخبارات میں غلغلہ مچ رہا تھا کہ سلطانی سفارت بھی چین روانہ ہو جائیگی مگر یہ ساری خبریں چونکہ ادہر ادہر سے بیان کی جاتی تھیں اس لئے انکی تصدیق یا تکذیب پر کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہو سکتی تھی۔ کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ جرمنی نے سفارت بھیجنے کی خود تحریک کی ہے کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ جرمنی نے سفارت کے لئے ایک جہاز بھی دیا ہے پھر یہ کہا گیا کہ جرمنی نے منع کر دیا کہ کوئی سفارت نہ بھیجے وہاں سخت کشمکش پیدا ہو جائیگی پھر یہ خبر آئی کہ سلطان کے پاس روپیہ کہاں ہے کہ سفارت بھیجیں پھر یہ لکھا گیا کہ سلطان نے خود کہدیا کہ فی الحال ہم سفارت نہیں بھیج سکتے کسی آیندہ موقع پر دیکھا جائے گا۔ اصل میں یہ ساری باتیں چانڈو خانہ کی گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں اور ہم ابتدا سے سمجھے بیٹھے تھے کہ سوائے اس کے کہ سفارت کے جانے کی تیاری تو ہو رہی ہے باقی جتنی خبریں اس کے متعلق تراشی گئی ہیں وہ سب غلط اور مہمل ہیں۔ سلطان المعظم نے بڑے اہتمام کے بعد اس بات کا اظہار کیا کہ میں ایک سفارت مسلمانان چین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ روسیہ نے یہ سنتے ہی سخت مخالفت کی اور سفیر روسیہ نے طرح طرح سے اس کے نقصانات سلطان المعظم کو بتائے یہانتک کہ شہنشاہ روسیہ نے ایک

دھمکی خط

بھی سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجا اور یہ لکھا کہ ترکی سفارت سے مسلمان بوریلی وول پر شیر ہو جائیں گے اور پھر اسی طرف سے جنگ کا دروازہ کھل جائے گا مگر سلطان المعظم نہایت حکمت عملی سے سب باتوں کا جواب دیتے رہے اور اسی اثنا میں سلطان المعظم نے شہنشاہ جرمنی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جرمنی کو ایک فوجی قوت کی ضرورت تھی جس کی مدد سے وہ روسیہ کو پیچھو رہا سکے غالباً اسے چنانچہ جرمنی کے لئے یہ موقع اچھا ہوا اور اس نے سلطان المعظم کی خدمت میں لکھا کہ میں یورپ کی رائے سے بالکل متفق ہوں ضرور ایک سفارت چین بھیجی جائے۔ روسیہ سے جہانتک ہو سکا وہ برابر مخالفت کرتا رہا آخر اس کی مخالفت نے کوئی کام نہ دیا اور ترکی مشن ہو مئی کو روانہ چین ہو گئی بڑی دھوم سے

سفارت رخصت کی گئی

بڑے بڑے جنگی اور بحری افسر سفارت کو رخصت کرنے کے لئے بندر پر جمع ہوئے تھے سفارت کے لوگوں کا جام صحت پیا گیا اور بڑے طمطراق سے سفارتی جہاز نے قسطنطنیہ سے لنگر اٹھایا سفارت کے سرگروہ آنندی انور پاشا ہیں جو ایک اعلی درجہ کا فوجی اور ملکی افسر ہے اور ساتھ ہی نہایت بھی کئی جاتا ہے۔ بہت سے بحری افسر اور علما بھی اس سفارت میں شریک ہیں۔

سلطان المعظم کی طرف سے سفارت کو ہدایت کی گئی ہے کہ براہ راست چینی مسلمانوں سے تعلق رکھنا اور ان ہی سے ہر معاملہ میں گفتگو کرنا گورنمنٹ چین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ابھی تک نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سفارت کیوں بھیجی گئی ہے اور اس کا اصلی منشا کیا ہے بظاہر تو یہ مشہور ہوا ہے کہ پند و نصائح کے لئے بھیجی جاتی ہے لیکن ہمارے خیال میں چینی مسلمانوں کو پند و نصائح کی ایسی نازک اوقات میں کیا ضرورت ہے جبکہ ان کا ملک غیر قومیں برباد کئے ڈالتی ہیں اللہ لہ ادہر ادہر پریشان بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں اس سفارت کا کوئی بڑا سیاسی راز ہے جس کی تہ تک پہونچنا فی الحال مشکل ہے

ترکی سلطنت کا یہ پہلا سلطان ہے جس نے چین کی طرف بھی آنکھیں اٹھائیں اور وہاں کے مسلمانوں سے بھی رابطہ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ترکی میں تو یہ بالکل ایک جدید باب کا آغاز ہوا ہے لیکن اسلامی لحاظ سے یہ ساتویں سفارت ہے جو چین بھیجی جاتی ہے سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ محمود و مسعود میں ایک سفارت چین بھیجی گئی تھی مگر جب وہ کامیاب ہو کے مدینہ منورہ میں واپس آئی تو حضور انور کا وصل یاری ہو چکا تھا۔ وہ جلیل القدر صحابی جو سرگروہ سفارت تھے مدینہ سے چین روانہ ہو گئے و کنٹن میں انھوں نے قیام فرمایا۔ چنانچہ ابھی تک آپ کا مزار وہاں موجود ہے۔ پھر

دوسری سفارت

ہشام خلیفہ مروانی کے زمانہ خلافت میں چین بھیجی گئی تھی جسکا منشا یہ تھا کہ فغفور چین سرزمین چین میں قرآنی وعظ کی اجازت دیدے۔ یہ سفارت حسب منشا کامیاب ہوئی اور وہاں قرآنی وعظ کی اجازت ملگئی خلیفہ نے یمن کے بہت سے واعظ روانہ کئے اور اب کنٹن میں لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے مسلمانوں نے بہت سے قطعات زمین پر بھی قبضہ کر لیا اور بتدریج اپنے قدم آگے بڑھانے لگے۔ اس کے بعد

تیسری سفارت

بنو عباسی خلیفہ نے دس ہزار فوج کی ساتھ بھیجی جس کی وجہ یہ تھی کہ چینی خاندان شاہی میں تخت پر جھگڑا ہوا۔ ایک غیر مستحق شخص چیرہ دست ہوا۔ ہزیمت خوردہ خاقان نے عربوں کی مدد مانگی یہاں سے دس ہزار فوج گئی اس نے جاتے ہی ایک ہی میدان میں مخالف کو شکست دی اور مزبادی شاہ کو تخت پر بٹھا دیا

جب یہ کل جھگڑا طے ہو گیا تو شہنشاہ چین نے ان عربوں کو رخصت کرنا چاہا مگر انھوں نے چین سے واپس چلے جانے سے انکار کیا شاہ نے جب باصرار کہا کہ تمہیں اپنے وطن چلا جانا چاہیئے تو ان عربوں نے خاقان چین کے محل کا محاصرہ کر کے اُسے دھمکی دی کہ تجھے قید کر لیا جاویگا اور تیری جگہ دوسرا خاقان تخت نشین کر دیا جائے گا۔ خاقان نے سخت پریشان ہو کے عربوں کو چین میں رہنے کی اجازت دی اور گویا اس سے اسلام کی بنیاد چین میں قائم ہوگی اُنہیں گورنمنٹ چین کی طرف سے زمینیں دی گئیں اور ان کے حقوق تسلیم کیئے گئے۔ پھر

چوتھی سفارت

بنی فاطمہ کے وقت میں روانہ ہوئی لیکن اس کی کامیابی اور غیر کامیابی کی بابت کوئی ٹھیک اطلاع کسی اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے بعد

پانچویں سفارت

دہلی کے شہنشاہ نے روانہ چین کی تھی خدا معلوم وہ سفارت پہونچی بھی یا نہیں غالباً سفارت کو ناکامی ہوئی تھی کیونکہ چین پر حملہ کرنے کی غرض سے شہنشاہ دہلی بذات خود ایک لاکھ فوج کے ساتھ روانہ ہوا تھا مگر ہمالیہ کے دامن میں اس کی تمام فوجیں موسم کی سختی کی وجہ سے برباد ہو گئیں تھیں۔ پھر

چھٹی سفارت

تیمور شہنشاہ مغلیہ نے روانہ کی تھی چونکہ وہ چین کو خراجگزار ریاست بنانا چاہتا تھا خاقان چین نے اس درخواست کو نفرت کی نظر سے دیکھا اس پر تیمور کو غصہ آیا اور وہ اپنی کل خونخوار فوج کے ساتھ چین کو زیر و زبر کرنے کے لئے روانہ ہوا اگر رستہ میں اُسے بخار نہ چڑھتا اور وہ اسی بخار میں پیغام اجل نہ آ جاتا تو آج چین ایک اسلامی سلطنت ہوتی۔

اب آل عثمان کی طرف سے یہ

ساتویں سفارت

روانہ چین ہوئی ہے اُمید تو کہ بہت بڑی کامیابی ہو اور مسلمان چین چینی حکومت سے بالکل آزاد کئے جائیں۔ سلطان المعظم کا یہ کام بڑی بڑے معاملات سیاسی پر مبنی ہے اور آئیندہ اس سفارت سے بہت کچھ نیک نتائج پیدا ہونے کی اُمیدیں کی جا سکتی ہیں۔

کرزن گزٹ۔

اطلاع

خاکسار ایڈیٹر چند روز سے بیمار ہے اس لئے اگر وہ اپنے کرمفرماؤں کی تعمیل نہ کر سکے تو اُسے معذور سمجھا جاوے

شکریہ

نہایت شکر گذاری کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اخبار الحکم کی توسیع اشاعت کی طرف بعض احباب خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہیں جیسا ہم نے اپنی کھلی چٹھی میں ظاہر کیا تھا اگر ہر ایک خریدار کم از کم چار خریدار پیدا کر دے تو اس سال کے اخیر پر الحکم کی اشاعت ایک معقول اشاعت ہو سکتی ہے ہمکو اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین اس سے بیخبر نہ ہوں گے انکی یاد دہانی کے لئے ہم عنقریب ایک اور چٹھی شائع کریں گے سردست ہم ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب گڑھ شنکر اور منشی نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس ہفتہ میں تین تین جدید خریداروں کے نام بھیجے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

پتہ

اکثر احباب مندرجہ ذیل احباب کا پتہ پوچھتے ہیں عام اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب اسسٹنٹ سرجن درجہ اول گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب اسسٹنٹ سرجن ۱۱ بنگال لانسرز میانمیر چھاؤنی لاہور

بیعت

عبد المجید خانصاحب ولد ڈاکٹر رمضان خان صاحب۔ پالم پور۔ ضلع کانگڑہ

غلام حسین صاحب ولد نتھو نمبردار۔ سیالکوٹ

میاں نتھو صاحب نمبردار

تفضل الدین صاحب عطار گوجرانوالہ متصل پرکوتوالی شہر گوجرانوالہ۔

غلام حسن صاحب ولد میاں نتھو صاحب نمبردار۔ سیالکوٹ

غلام علی صاحب " " "

برکت علی صاحب ولد غلام علی صاحب " "

محمد علی صاحب " "

عبد الغفور صاحب " "

مولا بخش صاحب حجینی مہاساں۔ جموں

میاں نتھو صاحب نمبردار " "

میاں ہوشیار صاحب " "

میاں کشمیری صاحب " " "

میاں نواب صاحب " " "

میاں مہیا صاحب " " "

میاں لعل دین صاحب " " "

میاں علم دین صاحب " " "

میاں جی نبی بخش صاحب امام مسجد رتن چھپڑ

محمد الدین صاحب۔ چک علی۔ گجرات امام مسجد۔

فتح محمد صاحب ولد غلام محمد صاحب صدر شاہپور

الٰہداد صاحب شاہ عالم خان صاحب "

فتح علام صاحب دیندار۔ "

خدا بخش صاحب ولد امام بخش صاحب "

میاں نارو صاحب ولد سلیدار صاحب "

شیر محمد صاحب اعوان "

الٰہی بخش صاحب دوکاندار چک نمبر ۱۱۲ بار۔ لائلپور

سردار خان صاحب کاٹھ والی سرگودھا ضلع شاہپور۔

محمد برکت علی صاحب گوجرانوالہ کوچہ کلارک صاحب دروازہ کھالی۔

میاں مصاحب خان صاحب ہیڈ مری انسپکٹر بہرام۔ جالندھر۔ ڈاکخانہ مہرالہ حال بوگنڈا ریلوے افریقہ نیرو بی ہسپتال افریقہ۔

غلام رسول صاحب ولد میاں صاحب تہابیدر ریاست حیدرآباد دکن متعلق شہر بیدر

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی سابقہ تین تقریریں جو اعجاز المسیح اور پیر گولڑی کے متعلق لکھی گئی تھیں حضرت اقدس حجۃ اللہ کے امر سے باضافہ مضامین مفیدہ جلی قلم سے ۴۸ صفحوں پر کتاب کی صورت میں طبع ہوئی ہے جو صاحب چاہیں ایک آنہ کا ٹکٹ حکیم فضل الدین صاحب مہتمم کتب خانہ قادیان کے نام بھیجکر منگوا لیں۔

سٹیشن بیاس پر بدمعاشی

ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہوں گے کہ سٹیشن بیاس پر ایک کیمپ ان مسافروں کی پڑتال کے لئے بنایا گیا ہے جو ضلع جالندھر اور ہوشیارپور سے لودھانہ اور کرتارپور کے درمیانی سٹیشنوں سے سوار ہوتے ہیں ۴ ؍ مئی کی شام کو جب جالندھر سے آنے والی گاڑی سٹیشن پر پہونچی تو ایک عورت مسماۃ بیگی کو لیڈی ڈاکٹر متعینہ سٹیشن مذکور نے بعد ملاحظہ جانے کی اجازت دی مگر وہ بدقسمتی سے سوار نہو سکی اور اسکو مجبوراً سٹیشن پر ٹھیرنا پڑا۔ مسماۃ مذکور کا بیان ہے کہ

"بیاس سٹیشن پر مستغیثہ کو مس صاحبہ نے ملاحظہ کیا اس نے اجازت آگے جانے کی دے دی مگر گاڑی روانہ ہو گئی اور میں سوار نہو سکی اور سٹیشن پر ٹھہر گئی پھر دائی آئی اس نے بھی دیکھکر کچھ نہیں کہا منظہرہ سٹیشن پر جس جگہ اور مستورات بیٹھی ہوئی تھیں بیٹھ گئی ملزم اس کا نام نواب خاں ہے کنسٹبل نمبر ۱۲ ضلع جالندھر کی پولیس میں ملازم ہے اور فی الحال پلیگ ڈیوٹی پر سٹیشن بیاس پر متعین تھا میرے پاس آیا اور کہا کہ تم کو دائی بلاتی ہے مینے کہا کہ وہ ملاحظہ کر گئی ہے اب کیا کہتی ہے میرے اس تکرار پر ملزم نے کہا کہ اگر نہ چلوگی تو تم کو یہاں دس روز ٹھیرایا جاویگا چنانچہ مستورات نے بھی مجھے اس جگہ بیٹھنے نہ دیا کہا کہ دائی کے پاس ہو آؤ پھر میں ملزم کے ساتھ روانہ ہو گئی راستہ میں جب پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو اور آدمی میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں ملزم میرے آگے آگے تھا جب میں سرائے کی طرف بڑھنے لگی تو پچھلے آدمیوں نے روک لیا کہ ٹھیر جاؤ۔ دم بھر میں ملزم اندر سے ایک دری لے کر آگیا اور مجھہ کو سڑک سے دس کرم کے فاصلہ پر نیچے لے گیا۔ ملزم نے دری بچھائی اور بیٹھ گیا اور مجھے بیٹھنے کو کہا مگر میں نصف گز کے فاصلہ پر زمین پر بیٹھ گئی اور جو دو آدمی تھے دور فاصلہ پر بیٹھ گئے اور ملزم انکی طرف دیکھ کر رفوچکر ہو گیا پہلے جو دو آدمی فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی بھاگ گئے میں انکے ساتھ جو اس وقت آرہے تھے سٹیشن پر آگئی انکا نام جو غلطہ کلنٹے والا اور دین محمد جمعدار ہے"

زیر دفعہ ۳۵۴ تعزیرات ہند (عورت کی عفت میں خلل ڈالنے کی نیت سے حملہ کرنے کے جرم میں) ڈپٹی انسپکٹر تھانہ وزیر بھلر نے ملزم کو گرفتار کر کے عدالت میں چالان کیا ہے مزید کیفیت آئندہ ہدیہ ناظرین کی جاوے گی۔ (پبلک گزٹ)

انسداد طاعون کے متعلق تجاویز و تدابیر پر رعایا کو ایسے ہی واقعات کی بنا پر نکتہ چینی اور جوش کا موقع مل جاتا ہے درحقیقت ان وحشت افزا بلووں کی تہ میں ایسی ہی حیوانی تحریکوں اور نفسانی جذبات کا مادہ ہوتا ہے جو مختلف اوقات میں اس طاعون کے انسداد کے متعلق سنے جاتے ہیں اور رعایا کو الگ اور گورنمنٹ کو الگ خطرہ نظر رہے ہیں۔

ہم خوب جانتے ہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ برٹش رول نے ہمارے لئے ابر رحمت کا کام کیا ہے۔ اگر برٹش گورنمنٹ کی خوبیوں اور برکات کا ہم مشاہدہ نہ بھی کرتے تو بھی ہمارے پاس ایک زبردست برہان اس سلطنت کے باامن اور عادل سلطنت ہونیکی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کو اسی کے راج میں پیدا کیا خاتم الخلفاء مسیح موعود نے گورنمنٹ انگلشیہ کی فرمانبرداری اور وفاداری کو مذہب کا ایک جزو قرار دیا ہے۔

طاعون کے متعلق جس قدر فکر گورنمنٹ کو ہو رہا ہے اس کا اندازہ ہم لوگ کر بھی نہیں سکتے مگر افسوس اور سخت افسوس کی بات ہے کہ ایسے واقعات نے جو ان محسن کش مردم آزار عہدہ داران کی طرف سے ہوتے ہیں رعایا پر بہت برا اثر ڈالنے کی عملی سعی کی ہے وہ لوگ جو بدکاری کرتے اور گورنمنٹ کے احکام اور قانون کی بے حرمتی کرتے ہیں اس قابل ہیں کہ انکو سخت سے سخت عبرت ناک سزا دی جاوے۔ طاعونی قواعد میں گورنمنٹ کو جہاں جہاں تک رعایا کے جذبات خیالات اور معتقدات کا علم ہوتا گیا ہے اسی قدر سہولت اور رعایت اس نے ملحوظ رکھی ہے مگر آہ!

ہر کس از دست غیر نالہ کناں
سعدی از دست خویشتن فریاد۔

امید ہے کہ گورنمنٹ پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہونے والے عمال کے اخلاق عادات کا پورا لحاظ رکھے گی اور جہاں کسی عہدہ دار کی کوئی بدعنوانی ثابت ہو جاوے اُسے نہایت عبرت ناک سزا دیجاوے اور طاعون زدہ علاقہ کے لوگوں کو کھلے طور پر اجازت دیجاوے کہ وہ اپنی شکایات کو بلا روک ٹوک بیان کریں۔ بہرحال بیاس سٹیشن [illegible]